منظور الحسن

کشمیر کا زلزلہ ـــــ قیامت کی یاددہانی

إِذَا زُلْـزِلَـتِ الْأَرْضُ زِلْـزَالَهَا : ''جب زمین ہلا دی جائے گی جس طرح اسے ہلانا ہے۔'' وَأَخْـرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا: ''اور زمین اپنے سب بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی۔'' وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا: ''اور انسان کہے گا: اس کو کیا ہوا؟'' يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ، بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا : ''اس دن، تیرے پروردگار کے ایما سے، وہ اپنی سب کہانی کہہ سنائے گی۔''

یہ 'زَلْـزَلَةُ السَّـاعَةِ' ہے۔ اس کا ایک دن مقرر ہے۔ وہ دن، ''جب صور میں ایک ہی مرتبہ پھونک ماری جائے گی، اور زمین اور پہاڑوں کو ایک ہی مرتبہ اٹھا کر پاش پاش کر دیا جائے گا''؛ ''جب سورج کی بساط لپیٹ دی جائے گی''؛ ''جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی''؛ ''جب چاند گہنائے گا''؛ ''جب تارے بکھر جائیں گے''؛ ''جب سمندر ابل پڑیں گے''؛ ... ''تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی''۔ ''اس دن لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہوں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے۔''

یہ قیامت کا زلزلہ ہے۔ اسی کی یاددہانی ہے جو ابراہیم و موسیٰ، مسیح و محمد اور دیگر انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اپنے زمانوں میں کی ہے، تورات، زبور اور انجیل اسی سے خبردار کرتی رہی ہیں اور قرآن کی صورت میں پروردگار عالم کا آخری صحیفہ چودہ صدیوں سے اسی کی منادی کر رہا ہے۔ ـــــ کشمیر کا زلزلہ بھی اسی کی یاددہانی ہے۔

اس دن، زندگی رواں دواں تھی۔ لوگ معمولات میں سرگرم تھے۔ یک بیک زمین میں جنبش ہوئی، پہاڑ ڈگمگائے، درخت اکھڑے، چٹانیں ٹوٹیں، دیواریں گریں اور پھر پلک جھپکتے میں بستیوں کی بستیاں اپنی بنیادوں پر اوندھی ہو

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

گئیں۔ کشمیر کی وادی کے قریباً نصف لاکھ لوگ لمحے بھر میں موت کی وادی میں اتر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرنے والوں میں شیر خوار بھی تھے، کم سن بھی تھے، جوان بھی تھے اور سن رسیدہ بھی۔ یہ دنیا سے رخصت ہوئے، ان کی زندگی کا سفر پورا ہوا، مہلت عمر ختم ہوئی اور عرصۂ آزمایش مکمل ہو گیا۔ دنیا کی کھیتی میں انھوں نے جو بونا تھا، بو لیا، اس کا ثمر اب انھیں آخرت میں جنت یا دوزخ کی صورت میں پانا ہے۔ یوم قیامت یہ دوبارہ جئیں گے اور اعمال کی جواب دہی کے لیے پروردگار کے حضور میں پیش ہوں گے۔

یہ مرگ انبوہ اصل میں وہی موت ہے جو اللہ کے حکم سے فرداً فرداً ہر روز نافذ ہوتی ہے۔ کرۂ ارض کے ہر خطے میں اس کا مظاہرہ جاری ہے۔ طبعی اسباب، وبائی امراض اور حادثات کے نتیجے میں لاکھوں لوگ ہر لحہ لقمۂ اجل بن رہے ہیں۔ ہمارے لیے یہ روزمرہ کا واقعہ ہے کہ ہم اپنے ہم نفسوں کے لاشے اپنے کندھوں پر اٹھاتے اور اپنے ہاتھوں سے زمین میں دفن کرتے ہیں۔ انفرادی اموات کے یہ واقعات درحقیقت قیامت ہی کی تذکیر کرتے ہیں، مگر ہم انھیں معمول کے واقعات سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں اور قیامت سے غافل رہ کر دنیا میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہی غفلت ہے جس سے انسانوں کو بیدار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ایک ہی علاقے کی کثیر تعداد پر بیک وقت موت نافذ کر دیتے ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اگر ہم غور کریں تو زلزلے کی صورت میں قیامت کی یہ تنبیہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے عالمی سطح پر برپا ہوئی ہے۔ دنیا بھر کے لوگوں کو اس کی خبر بھی پہنچی ہے اور انھوں نے اس کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ اگر ان کی آنکھیں بینا ہوں، کان شنوا ہوں، حواس بیدار ہوں تو وہ اس حادثے کی خبر سے قیامت کی خبر کی طرف متوجہ ہو سکتے اور یہ جان سکتے ہیں کہ روز قیامت ایسا زلزلہ آئے گا جو پوری کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ ایک ہی مرتبہ تمام انسانوں پر موت طاری ہو گی۔ وہ خاک میں مل کر خاک ہو جائیں گے۔ پھر وہ بھی جو قیامت کے حادثے کا شکار ہوئے اور وہ بھی جو اس سے پہلے اپنی اپنی زندگی بسر کر کے دنیا سے رخصت ہوئے، دوبارہ جی اٹھیں گے۔ اس حال میں میدان حشر میں جمع ہوں گے کہ ان کے ہاتھوں میں اعمال نامے ہوں گے جن میں ان کی زندگی بھر کے اچھے اور برے اعمال درج ہوں گے۔ عدالت لگے گی۔ ہر شخص پروردگار کے حضور میں پیش ہو گا۔ جن لوگوں کے نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے، انھیں جنت کی ابدی زندگی کا انعام ملے گا اور جن کے گناہوں کے پلڑے بھاری ہوں گے، وہ جہنم کی سزا کے مستحق قرار پائیں گے۔

اس تنبیہ اور اس یاددہانی کے ساتھ ساتھ یہ واقعہ پروردگار کی طرف سے ایک آزمایش بھی ہے۔ صبر کی آزمایش

اور شکر کی آزمایش۔ صبر کی آزمایش ان لوگوں کے لیے ہے جو اس حادثے سے متاثر ہوئے ہیں۔ ان متاثرین میں وہ بھی ہیں جن کے عزیزان سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے ہیں، وہ بھی ہیں جنھیں اب تا عمر معذوری کی زندگی بسر کرنی ہے، وہ بھی ہیں جن کے گھر تباہ ہو گئے ہیں اور وہ بھی ہیں جن کے روزگار کے ذرائع ختم ہو گئے ہیں۔ وہ سب اگر اس واقعے کو صبر کا امتحان سمجھتے اور اسے اپنے پروردگار کے ایک حکم کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں اور اس کے حضور میں جزع فزع کرنے کے بجائے اور یاس میں مبتلا ہونے کے بجائے استحکام اور ثابت قدمی کے ساتھ اس سانحے کو جھیل جانے کا فیصلہ کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے مالک کی طرف سے صبر کی آزمایش میں پورے اترے ہیں۔ انھیں اپنے پروردگار پر پورا بھروسا رکھنا چاہیے۔ ان کا پروردگار ان مصائب اور ان محرومیوں کے بدلے میں انھیں اس قدر زیادہ دے گا کہ وہ نہال ہو جائیں گے۔

محفوظ رہنے والوں کے لیے یہ حادثہ شکر کی آزمایش ہے۔ خدا اگر چاہتا تو وہ بھی اس حادثے یا اس جیسے کسی دوسرے حادثے کا شکار ہو جاتے۔ اس نے اگر انھیں محفوظ رکھا ہے تو یہ ان کا استحقاق نہیں ہے، بلکہ ان کے مالک کی کرم نوازی ہے۔ اس کرم نوازی کا حق یہ ہے کہ وہ اللہ کے حضور سراپا شکر بن جائیں۔ شکر کے اظہار کے لیے ان کا عمل دو پہلوؤں سے نمایاں ہونا چاہیے۔ ایک اس پہلو سے کہ وہ اس واقعے کو قیامت کی یاددہانی تصور کرتے ہوئے اسے اپنی زندگی میں انقلاب کا پیش خیمہ بنا لیں۔ ماضی کی کوتاہیوں پر توبہ و استغفار کریں اور مستقبل کے بارے میں یہ فیصلہ کریں کہ انھیں بقیہ زندگی صرف اور صرف اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لیے بسر کرنی ہے۔ اپنے اندر یہ شعور پیدا کریں کہ دنیا اور اس کی ہر چیز فانی ہے، اپنے شب و روز کو اسی کے لیے مختص کر دینا خسارے کا سودا ہے۔ اس کے مقابل میں اخروی زندگی لافانی ہے، نفع کا سودا یہی ہے کہ اپنے معمولات کو اسی کی کامیابی کے لیے خاص کیا جائے۔

اظہار تشکر کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ اس حادثے کے متاثرین کے لیے سراپا ایثار بن جائیں۔ ان کی ہمت بڑھائیں، ان کے لیے علاج، خوراک، لباس اور رہایش کا بندوبست کریں اور اپنے مالوں میں سے ان کے لیے دل کھول کر خرچ کریں اور خدا کے اس فرمان کو یاد رکھیں:

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ، فَيَقُوْلَ: رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ، فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ. (المنافقون ۶۳: ۱۰)

’’اور ہم نے جو روزی تمھیں دی ہے، اس میں سے خرچ کرو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور اس وقت وہ کہے کہ پروردگار، تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی کہ میں خیرات

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کرتا اور (اِس کے نتیجے میں) تیرے نیک بندوں میں
شامل ہو جاتا۔''

یہ حادثہ جیسا کہ ہم نے بیان کیا سرتا سر قیامت کی یاد دہانی ہے، مگر ہمارے ہاں بالعموم اسے عذاب الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ یہ تعبیر قرآن و سنت کے بالکل خلاف ہے۔ عذاب الٰہی کے معنی اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی سزا کے ہیں اور یہ تازیانہ ظاہر ہے کہ انھی لوگوں پر برستا ہے جن کی فرد قرارداد جرم متعین ہوتی ہے، جن کے پاس مدافعت کے لیے کوئی عذر نہیں رہتا، جو پروردگار کی عدالت میں پیش کیے جاتے ہیں اور وہاں سے مجرم قرار پا کر سزا کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ عامۃ الناس کے لیے یہ عدالت قیامت میں لگنی ہے اور اسی موقع پر ان کی جزا و سزا کا فیصلہ ہونا ہے۔ چنانچہ ایسے حادثات کا شکار ہونے والوں کے بارے میں یہ کہنا کہ ان پر خدا کا عذاب نازل ہوا ہے، کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ البتہ، تاریخ انسانی میں متعدد مواقع ایسے آئے ہیں جب پروردگار کی عدالت زمین پر قائم ہوئی ہے اور اس کے فیصلے کے نتیجے میں بعض اقوام پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے۔ اس عذاب کی کیا حقیقت اور کیا نوعیت ہے، اس کے بارے میں استاذ گرامی جناب جاوید احمد صاحب غامدی نے لکھا ہے:

''اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو خلق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرماتے ہیں اور اپنی طرف سے وحی والہام کے ذریعے سے ان کی رہنمائی کرتے ہیں، انھیں نبی کہا جاتا ہے۔ لیکن ہر نبی کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ رسول بھی ہو۔ رسالت ایک خاص منصب ہے جو نبیوں میں سے چند ہی کو حاصل ہوا ہے۔ قرآن میں اس کی تفصیلات کے مطابق رسول اپنے مخاطبین کے لیے خدا کی عدالت بن کر آتا ہے اور ان کا فیصلہ کر کے دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ رسولوں کی دعوت میں یہ فیصلہ انذار، انذار عام، اتمام حجت اور ہجرت و براءت کے مراحل سے گزر کر صادر ہوتا اور اس طرح صادر ہوتا ہے کہ آسمان کی عدالت زمین پر قائم ہو جاتی ہے، خدا کی دینونت کا ظہور ہوتا ہے اور رسول کے مخاطبین کے لیے ایک قیامت صغریٰ برپا کر دی جاتی ہے۔ اس دعوت کی جو تاریخ قرآن میں بیان ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر بالعموم دو ہی صورتیں پیش آتی ہیں: ایک یہ کہ پیغمبر کے ساتھی بھی تعداد میں کم ہوتے ہیں اور اسے کوئی دارالہجرت بھی میسر نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ وہ معتد بہ تعداد میں اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلتا ہے اور اس کے نکلنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کسی سرزمین میں اس کے لیے آزادی اور تمکن کے ساتھ رہنے بسنے کا سامان کر دیتے ہیں۔ ان دونوں ہی صورتوں میں رسولوں سے متعلق خدا کی وہ سنت لازماً روبہ عمل ہو جاتی ہے جو قرآن میں اس طرح بیان ہوئی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗٓ، ''بے شک، وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّيْنَ. كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ، اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِيْزٌ. (المجادلہ ۵۸: ۲۰۔ ۲۱)

مخالفت کر رہے ہیں، وہی ذلیل ہوں گے۔ اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب رہیں گے۔ بے شک، اللہ قوی ہے، بڑا زبردست ہے۔''

پہلی صورت میں رسول کے قوم کو چھوڑ دینے کے بعد یہ ذلت اس طرح مسلط کی جاتی ہے کہ آسمان کی فوجیں نازل ہوتیں، ساف وحاصب کا طوفان اٹھتا اور ابر و باد کے لشکر قوم پر اس طرح حملہ آور ہو جاتے ہیں کہ رسول کے مخالفین میں سے کوئی بھی زمین پر باقی نہیں رہتا۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم نوح، قوم لوط، قوم صالح، قوم شعیب اور اس طرح کی بعض دوسری اقوام کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا۔ اس سے مستثنیٰ صرف بنی اسرائیل رہے، جن کے اصلاً توحید ہی سے وابستہ ہونے کی وجہ سے سیدنا مسیح علیہ السلام کے ان کو چھوڑنے کے بعد ان کی ہلاکت کے بجائے ہمیشہ کے لیے مغلوبیت کا عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا۔

دوسری صورت میں عذاب کا یہ فیصلہ رسول اور اس کے ساتھیوں کی تلواروں کے ذریعے سے نافذ کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں قوم کو مزید کچھ مہلت مل جاتی ہے۔ رسول اس عرصے میں دار الہجرت کے مخاطبین پر اتمام حجت بھی کرتا ہے، اپنے اوپر ایمان لانے والوں کی تربیت اور تطہیر و تزکیہ کے بعد انھیں اس معرکۂ حق و باطل کے لیے منظّم بھی کرتا ہے اور دار الہجرت میں اپنا اقتدار بھی اس قدر مستحکم کر لیتا ہے کہ اس کی مدد سے وہ منکرین کے استیصال اور اہل حق کی سرفرازی کا یہ معرکہ سر کر سکے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں یہی دوسری صورت پیدا ہوئی۔'' (اصول و مبادی، ۵۴)

اس تفصیل سے واضح ہے کہ یہ عذاب رسولوں کے براہ راست مخاطبین کے ساتھ خاص ہے اور ختم نبوت کے بعد اس کا دروازہ اب ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com